ڈاکٹر سلام سندیلوی

شام و شفق

مجموعۂ رُباعیات

ڈاکٹر سلام سندیلوی

ایم، اے، پی، ایچ، ڈی
شعبۂ اردو
گورکھپور یونیورسٹی
(گورکھپور)

اِنتساب

میں اپنی اس ناچیز کاوش کو

عالیجناب بی۔ این۔ جھا صاحب

وائس چانسلر، گورکھپور یونیورسٹی کے نام

معنون کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہوں

جن کے

حُسنِ تدبر سے نہ صرف گورکھپور یونیورسٹی

کو فروغ حاصل ہو رہا ہے بلکہ شعبۂ اُردو بھی

بہت تیزی کے ساتھ ترقی کے اعلیٰ مدارج

طے کر رہا ہے!

سلام سندیلوی

جناب سلام سندیلوی "بڑے عجیب انسان ہیں ـــــ علم و ادب کے
شائق تو بہت دیکھے ہیں، لیکن اتنی شیفتگی میں نے کم کسی میں پائی ہے۔
پڑھنا اور پڑھتے رہنا ـــــ یہی ان کی زندگی کا تنہا مشغلہ ہے۔ خدا جانے کتنے
امتحان دیے، کتنی ڈگریاں حاصل کیں، لیکن وہ ابھی تک تھکے نہیں اور کون
کہہ سکتا ہے کہ ان کی قلمی تاخت کی آخری حد کیا ہوگی ـــ ایسے معلّم و متعلّم اب کہاں؟
پھر یہی نہیں کہ ان کی علمی جدّ و جہد انھیں کی ذات تک محدود ہو، بلکہ
وہ "ادیب و شاعر و نقاد سب کچھ ہیں"۔ اور اس طرح انکے اکتسابات علمیہ
ایک خاص معلّمانہ مقصدیت سے بھی خالی نہیں۔
چند دن کی بات ہے کہ انھوں نے رباعیات پر ایک بڑا اچھا مقالہ مرتب
کیا تھا اور اتنی دلچسپی کے ساتھ کہ وہ خود بھی رباعیاں کہنے لگے، لیکن آپ
دیکھیں گے کہ اس میں بھی ایک خاص جدّت سے کام لیا اور عام خمریاتی و
متصوفانہ رنگ سے ہٹ کر (جو رباعی کا مخصوص روایتی رنگ ہے) انھوں نے
صرف تلمیحات کو لے لیا، یعنی اس طرح انھوں نے ایک ایسی چیز پیش کی جو

بہ یک وقت نغمۂ شعر بھی ہے اور آہنگ و تاریخ بھی۔

پھر میں یہ تو نہیں کہتا کہ جن تلمیحات کو انھوں نے نظم کیا ہے وہ سب کی سب تاریخی صداقت بھی رکھتی ہیں، لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ ہر روایت کو درایت سے بوجھل کر دیا جائے۔

اس مجموعہ کے دو ۲ حصّے ہیں۔ ایک ملکی تلمیحات کی رُباعیوں کا، دوسرا غیر ملکی تلمیحات کا، اور دونوں اپنی اپنی جگہ دلچسپ ہیں۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ واقعات و شخصیات کے منظوم کرتے وقت انھیں کہیں کہیں بڑے تکلف سے کام لینا پڑا ہے اور فن کا نظرانداز کر دینا ان کے لئے ناگزیر سا ہو گیا ہے، لیکن اس کا اثر نہ کتاب پر پڑتا ہے نہ شاعر کے ادبی شعور پر۔

میں جانتا ہوں کہ جناب سلام کے اس اجتہاد کو لوگ بہت پسند کریں گے لیکن اس کی تقلید و پیروی کا مشورہ میں کسی کو نہ دوں گا۔

ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

نیاز

۳۰/۶ ۶۰

گذارشِ احوال

اپریل سنہ ۶۰ء میں یونیورسٹی کے طلباء اپنے امتحانات کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اس لئے مجھے یک گونہ درس و تدریس سے فراغت حاصل ہو گئی اور اس طرح فرصت کے رات دن "میسر آئے"۔ مگر میں نے سوچا کہ ان اوقات میں "تصورِ جاناں" کیے ہوئے کب تک بیٹھا رہا ہوں، کوئی کام انجام دوں۔ چنانچہ اسی دوران میں تقریباً ڈیڑھ سو رباعیاں کہیں جو آپ کے پیشِ نظر ہیں۔

ان رباعیات کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک طرف تو ان کا تعلق منظر نگاری سے ہے اور دوسری طرف واقعہ نگاری سے۔ یعنی ہر رباعی کے پہلے دو یا تین مصرعوں میں کسی فطری منظر کی تصویر کشی کی گئی ہے اور تیسرے اور چوتھے مصرعوں یا صرف چوتھے مصرع میں اس منظر کی تشبیہ کسی تاریخی، افسانوی یا روایتی واقعہ سے دی گئی ہے۔ مجھے اس کا احساس ہے کہ بہت سی رباعیاں خشک اور روکھی پھیکی ہیں اور محض واقعات کی کھتونی معلوم ہوتی ہیں۔ تاہم اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اس طرز کی رباعیاں غالباً اُردو میں نہیں کہی گئی ہیں یہی نہیں بلکہ اُردو کے دیگر اصنافِ سخن میں بھی یہ انداز مشکل سے نظر آئے گا۔ البتہ فارسی میں جا بجا اس قسم کے اشعار نظر آتے ہیں۔

قرصِ خورشید در سیاہی شد   یونس اندر دہانِ ماہی شد (سعدی)

ساق بالا زد اندر شمر آب کلنگ   ہم چو بلقیس کہ بر صرحِ سلیماں گزرد (قاآنی)

ان رباعیات کے سلسلہ میں مجھے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ میں نے حتی الامکان تاریخی ترتیب قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم اس کا امکان ہے کہ کہیں تاریخی بے ربطی

پیدا ہو گئی ہو۔ بہر حال تاریخ نگاری میرا مقصد بھی نہیں ہے بلکہ اصل مقصد تو تخلیق ادب ہے۔ اس کے علاوہ جزئیات نگاری میں بھی کہیں کہیں تاریخی حقائق سے روگردانی کرنا پڑی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نثر میں کسی تاریخی واقعہ کو صحت کے ساتھ بآسانی بیان کیا جا سکتا ہے مگر نظم میں ردیف قافیہ اور بحر کی پابندی کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا یہ رُباعیاں معائب سے خالی نہیں ہیں۔ تاہم اگر ان ڈیڑھ سو رُباعیات میں سے چند رُباعیاں بھی کسی قابل سمجھی گئیں تو میں اپنی کاوش کو بار آور سمجھوں گا۔

میں اپنی گزارش ختم کرنے سے قبل علامہ نیاز فتحپوری کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے ازراہِ شفقت و محبت میری رباعیات پر چند سطریں لکھنے کی زحمت فرمائی۔ میں ان کی اس نوازش کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہوں۔

ناکام
سلام سندیلوی
۱۰ر جولائی سنہ ۶۰ء

۱

سبزے پہ بہار آگئی وہ ساون میں
وہ لالۂ و گل مہک اُٹھے گلشن میں
رہ رہ کے چمکتی ہے گھٹا میں بجلی
پاکر رہی ہے ہون اپالا بن میں

ویدک کال میں اُترِ ی (अत्रि) ایک بہت بڑے رِشی تھے ان کی بیٹی کا نام اپالا تھا جس کے جسم پر سفید داغ تھے۔ اس کا شوہر اسی بنا پر اس سے نفرت کرتا تھا۔ اس لئے اپالا نے مسلسل کئی سال تک اندر کی پوجا کی اور آخر کار اس کے جسم کے سارے داغ دور ہو گئے اور وہ پھر اپنے شوہر کی منظورِ نظر ہو گئی۔

میداں میں وہ بہتی ہوئی ندی خاموش

وہ شاخ پہ دو غم زدہ پنچھی خاموش

سنسان کُٹی میں اپنی داسی کے پاس

بیٹھی ہوئی ہو جیسے سینتی خاموش

سینتی شمالی ہند کے راجا اُتّا نپاد کی بیوی تھی جو بہت خوبصورت تھی مگر اولاد سے محروم تھی اس لیے راجا نے دوسری شادی کرلی۔ اس کی سوت سوروچی اس سے حسد کرتی تھی بالآخر اس نے راجا کے کان بھرے اور راجا نے سینتی کو اپنے محل سے نکال دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی داسی کے ساتھ جنگل میں رہنے لگی۔

۳

وہ چرخ پہ چمکیلے ستارے خنداں
وہ چاند کے پیچھے تابش کا ہکشاں
بھاگیرتھ کے بڑھتے ہوئے رتھ کے پیچھے
یا پھوٹ کے کہسار سے گنگا ہے رواں

رام چندر سے بہت پہلے اجودھیا میں راجا ساگر حکومت کرتے تھے۔ راجا ساگر کی پہلی بیوی سے ساٹھ ہزار لڑکے تھے جن کو بھگوان کپل نے غصہ میں آکر بھسم کر دیا تھا۔ ان کی راکھ کو تارنے کے لئے پہاڑ سے گنگا نکال کر لانے کی ضرورت تھی۔ یہ کام کسی سے نہ ہو سکا۔ بالآخر راجا ساگر کے پرپوتے بھاگیرتھ نے مسلسل تپسیا کی وہ گنگا کو نکالنے میں کامیاب ہوا۔ رامائن میں اس کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔

یہ بکھرا ہوا چمن، یہ پھیلی ہوئی باس

پھولوں کے حسیں جام یہ بھونروں کے پاس

جس طرح ہون کرتے ہوئے آریہ لوگ

ہاتھوں میں لیے ہوں سوم کے رس کا گلاس

سوم ایک قسم کا پودا ہوتا تھا جو پہاڑوں پر پایا جاتا تھا۔ آریہ لوگ اس کا رس نکالتے اور ہون کے موقع پر اس کو پیتے تھے۔

۵

پھر آئی بصد ناز بہارِ گلشن
شعلوں سے دہکنے لگا وہ رنگِ چمن
اک سال کے بعد اسپ پلٹ آنے پہ
جیسے کوئی راجا کرے اشومیدھ ہوَن

آریوں کے عہد میں اشومیدھ یگیہ کا یہ قاعدہ تھا کہ راجا ایک گھوڑا سپاہیوں کے ساتھ چھوڑ دیتا تھا یہ گھوڑا ایک سال تک گھومتا پھرتا تھا اور سال کے آخر میں جب وہ واپس آتا تھا تو یگیہ کا جشن منایا جاتا تھا اور اس کے بعد تک تخت نشینی ہوتی تھی اگر کوئی اس گھوڑے کو آگے بڑھنے سے روکتا تھا تو وہ باغی شمار کیا جاتا تھا اور اس سے جنگ کی جاتی تھی۔ اور جو اس گھوڑے کو اپنے ملک سے گذرنے دیتا تھا وہ راجا کا مطیع خیال کیا جاتا تھا۔

۶

وہ اُجلی اُجلی ندی، وہ کالی برسات
پھولوں کو لیے ہوئے وہ بہتا ہوا پات
یا جا رہی ہے سرجو میں اک کشتی پر
دشرتھ کی بہ صد ناز و نزاکت بارات

راجا دشرتھ اجودھیا کے راجا تھے یہ شہر سرجو ندی کے ساحل پر آباد تھا۔
ان کی بارات کشتیوں میں سج کر سرجو ندی سے گذر رہی تھی۔

تاراج ہے صرصر کے وہ جھونکوں سے چمن

مجروح ہے اک خار سے وہ قلبِ سمن

یا ہو گیا ہے ناوکِ دشرتھ سے ہلاک

جل بھرتا ہوا ندی سے نازک شروَن

راجا دشرتھ کے عہد میں شروَن کمار ایک برہمن لڑکا تھا جو اپنے اندھے ماں باپ کی بہت خدمت کرتا تھا۔ ایک روز وہ ان کے لئے ندی سے پانی بھرنے گیا۔ راجہ دشرتھ شکار کے لئے ادھر نکلے اور اس کو کوئی جانور سمجھ کر دھوکے میں اس پر تیر چلا دیا۔ تیر لگتے ہی شروَن کمار مر گیا۔

آکاش پہ بادل کے یہ ٹکڑوں کی چمک
بل کھاتی ہوئی قوسِ قزح کی یہ لچک
یا بھاری دھنش راج کماروں کے بیچ
لائے ہیں سوئمبر کے لئے راجہ جنک

راجہ جنک متھلا کے راجہ تھے۔ انھوں نے سیتا کی شادی کے لئے سوئمبر رچایا تھا اور شرط یہ تھی کہ جو راجہ ان کی بھاری کمان کو اٹھا کر توڑ دے گا سیتا کے ساتھ اس کی شادی ہو جائے گی۔ راجہ رام چندر اس آزمائش میں کامیاب اور ان کے ساتھ سیتا کی شادی ہو گئی۔

۹

یہ خُنک خنک ہوا، یہ نکھری ہوئی شام

تاباں ہے برج قوس میں وہ ماہِ تمام

جس طرح ہو سیتا کے سوئمبر کے وقت

رنگین دھنش کے بیچ میں چہرۂ رام

اس رباعی کا مضمون سلمان ساوجی کے مندرجۂ ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔

چو در بار چاچی کماں رفت شاہ

تو گفتی کہ در قوس برج است ماہ

۱۰

وہ چاند کو تکتا ہوا گُل حسرت سے

رُوتی ہوئی شبنم وہ غمِ فرقت سے

منھ موڑے ہوئے بھونرے سے وہ ایک کلی

یا کیکئی روٹھی ہوئی ہے دشرت سے

راجا دشرتھ کی تین رانیاں تھیں۔ کوشلیا۔ کیکئی اور سمترا۔ کیکئی اپنے بیٹے بھرت کے لئے راج گدی چاہتی تھی۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ راجا دشرتھ سے روٹھ گئی۔ راجا دشرتھ کو اس کے منانے کے لئے کافی قیمت ادا کرنا پڑی۔ یعنی رام کو چودہ۱۴ سال کے لئے بن باس دینا پڑا۔ اور بھرت کو راجا بنانا پڑا۔

۱۱

یہ دیدۂ نرگس ہے کہ ہے چشمِ غزال
ہے گل کی دمک یا کسی دیوی کا جمال
گلشن میں یہ رفتارِ نسیمِ سحری
یا بن میں ہے گج گامنی سیتا کی چال

گج گامنی ۔ ہاتھی کی ایسی مستی کی چال چلنے والی ۔

۱۲

وہ کہکشاں گر دوں کے رخ روشن پر
دو تارے قطب شمالی کے دامن پر
یا راجا بھرت نے رام کے پاک کھڑاؤں
رکھے ہیں اجودھیا کے سنہاسن پر

رام کے بن باس کے بعد راجا بھرت نے اجودھیا کا راج سنبھالا۔ مگر انھوں نے تخت سلطنت پر رام کے کھڑاؤں رکھ دیئے اور حکومت انھیں کے نام پر کی۔

۱۳

شبنم ہے رواں ایک کرن کے پیچھے
نکہت ہے دواں شوخ پون کے پیچھے
بادوڑتے ہیں تیر و کماں لے کر رام
اک مصنوعی سونے کے ہرن کے پیچھے

جب رام چندر دنڈک بن میں پنچ وٹی میں رہتے تھے اس وقت راون کی بہن شورپنکھا ان کے پاس آئی اور ان سے شادی کی درخواست کی۔ انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ تم لچھمن سے شادی کر لو۔ مگر لچھمن نے تنگ آکر اس کے ناک کان کاٹ لئے۔ اس نے راون سے شکایت کی۔ راون نے بدلہ لینے کے لئے مارتچ راکشش کو حکم دیا کہ وہ سونے کا ہرن بنکر پنچ وٹی کے سامنے سے گذرے۔ جب رام لچھمن اس کے شکار کے لئے بڑھیں گے تو وہ سیتا کو اٹھا لے جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

تاروں سے وہ آکاش کا چہرہ روشن

وہ چاند کے پاس ابرِ سیہ کا دامن

یا مانگ رہا ہے ہاتھ پھیلائے بھیک

سیتا سے کٹی کے پاس آکر راون

جب رام اور لچھمن سونے کے ہرن کے پیچھے دوڑے تو راون بھکاری کی شکل میں پنچ وٹی کے پاس آیا اور سیتا سے بھیک مانگی۔ سیتا جب پھلوں کی بھیک دینے کے لئے آگے بڑھیں تو راون نے ان کو پکڑ لیا اور لنکا اٹھا لے گیا۔

وہ پنکھڑی مُرجھائی ہوئی گلشن میں

سہمی ہوئی وہ بیر بہوٹی بن میں

شرمائی ہوئی بیٹھی ہو جیسے سیتا

تاریک و سیہ جزیرۂ راون میں

راون نے سیتا کو لنکا کے ایک باغ اشوک باٹکا میں قید کر دیا تھا۔

۱۶

بے نورِ گُلِ خشک پہ غم ہے طاری
سُوتی ہے وہیں ایک کلی دُکھیاری
جس طرح ہو نابینا دھرت راشٹر کے پاس
باندھے ہوئے پٹی آنکھوں پہ گندھاری

دھرت راشٹر ہستنا پور کے راجا کے بیٹے تھے۔ انکی بیوی کا نام گندھاری تھا جو گاندھار کے راجا کی بیٹی تھی۔ دھرت راشٹر پیدائشی طور پہ اندھے تھے اس لئے انکے چھوٹے بھائی پانڈو کو گدی ملی تھی۔ گاندھاری بڑی شوہر پرست عورت تھی وہ اپنی آنکھوں پہ ہر وقت پٹی باندھے رہتی تھی۔ کیوں کہ اس کا شوہر اندھا تھا۔

پھیلی ہوئی سورج کی وہ ہر سو تنویر
اک برگ کو وہ لے کے اُڑی بادِ شریر
جس طرح درو پدی کے سوئمبر میں
مچھلی کو اڑا لے جائے ارجن کا تیر

پانچال دیش کے راجا دروپد نے اپنی بیٹی دروپدی کا سوئمبر رچایا اور یہ شرط لگائی کہ جو راجا کڑھاؤ کے تیل میں دیکھ کر اوپر بانس میں سونے کی لٹکتی ہوئی مچھلی کو نشانہ بنائے گا۔ اس کے ساتھ دروپدی کی شادی ہوگی ارجن اس آزمائش میں پورے اُترے اس لئے دروپدی کی شادی ارجن کے ساتھ ہوگئی۔

یہ چاند کے عارض پہ چمکتی ہوئی سیم
گرد اسکے ہیں یوں پانچ ستاروں کے ندیم
بیٹھے ہوئے ہوں جیسے سری کرشن کے پاس
سہدیو، نکل، یدھشٹرا، ارجن، بھیم

ہستناپور کے راجا پانڈو کے پانچ بیٹے تھے جن کے نام یدھشٹر، بھیم، ارجن، نکل اور سہدیو تھے۔

۱۹

اک پھول کی یہ پانچ حسیں پنکھڑیاں

ہے بیچ میں ان کے ایک داغ تاباں

جس طرح ہو پانچوں پانڈووں کے مابین

گلفام دروپدی کا روئے خنداں

ارجن جب دروپدی کو بیاہ کر گھر پہنچے تو اپنی ماں کنتی سے کہا

کہ میں ایک بہت اچھا تحفہ لایا ہوں۔ ماں نے کہا پانچوں بھائی

آپس میں بانٹ لو۔ اس طرح سے دروپدی پانچوں بھائیوں کی

بیوی شمار کی جانے لگی۔

وہ اک گلِ صد برگ پہ رنگین کرن
پنکھڑیاں وہ اسکی بات کرنے میں مگن
یا کرتے ہیں سازش کوئی پانڈو کے خلاف
بیٹھے ہوئے سب برادرِ دریودھن

دھرت راشٹر کے سو بیٹے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب ایک لوگی
کے پریٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سب سے بڑے بیٹے کا نام
دریودھن تھا جو پانڈو کا سخت دشمن تھا۔

غنچوں کے دہن سے یہ نکلتی ہوئی باس

یہ لالۂ و نسریں کی مہک حوض کے پاس

گُل کی نہیں پنکھڑیاں یہ تہہ اندر تہہ

ہے دروپدی کا پیچ در پیچ لباس

دریودھن نے دروپدی کو بے عصمت کرنا چاہا اس لیے اس نے دوشاسن کو حکم دیا کہ وہ دروپدی کے بال پکڑ کر گھسیٹتا ہوا اس کے محل میں لائے۔ پھر اس کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اس کی ساڑی کھول لے۔ مگر سری کرشن کی غیبی مدد سے دروپدی کی ساڑی میں سیکڑوں پیچ پڑ گئے اور دوشاشن اس کو نہ کھول سکا۔

یہ جھاڑیاں خاموش، یہ سوتا ہوا بَن

کانٹوں سے بھرا ناگ پھنی کا دامن

جس طرح کروکشیتر کے میداں میں

تیروں سے چِھدا ہوا بھیشم کا بدن

مہابھارت کی جنگ میں پانڈوں نے بھیشم پر اس قدر تیروں کی بارش کی کہ ان کا سارا بدن تیروں سے چھد گیا۔

۲۳

وہ بادِ صبا سے موجِ دریا کا رقص

وہ ساغرِ نسترن میں صہبا کا رقص

وہ کنول کی پنکھڑی پہ بھونرا رقصاں

یا ناگ کے پھن پہ ہی کنہیّا کا رقص

کرشن جی جب تین سال کے تھے تو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ایک دن جمنا کے کنارے کھیل رہے تھے اسی دریا میں کالی دہ میں ایک زبردست ناگ رہتا تھا ان کے ساتھیوں کا گیند اتفاقاً اسی کنڈ میں چلا گیا۔ کرشن جی گیند نکالنے کے لئے اس میں کود پڑے اور اس ناگ کے پھن پر اپنے پاؤں رکھ دیے اور اس پر ناچنے لگے۔

وہ اطلس سبزہ آب دریا کے قریب

وہ شاہدِ نسریں گلِ رعنا کے قریب

وہ برگِ بنفشہ رُخِ لالہ کے پاس

جس طرح سری کرشن ہوں رادھا کے قریب

رادھا سری کرشن کی بیوی کا نام تھا جن کا رنگ گورا تھا اور سری کرشن کا رنگ سانولا تھا۔

۲۵

یہ نور میں ڈوبی ہوئی صحرا کی راہ

کہسار کی رکھوالی یہ کرتا ہوا ماہ

جس طرح سری کشن پہرا دیتے وقت

دوڑا رہے ہوں خیمۂ ارجن پہ نگاہ

مہابھارت کی جنگ میں سری کرشن رات کو ارجن کے خیمہ پر پہرا دیتے تھے اور ان کو دشمنوں کی زد سے بچاتے تھے۔

جھونکے یہ ہواؤں کے، یہ ویران چمن
افتادہ وہ زیرِ شاخ دو برگ سمن
اک پیڑ کے نیچے جس طرح سو جائیں
بپتاؤں کے مارے ہوئے نل اور دمن

ودربھ نگر کے راجا کا نام بھیم سین تھا۔ دمینتی ان کی بیٹی کا نام تھا۔ جس کی شادی نشدھ دیش کے راجا ویرسین کے بیٹے نل سے ہوئی تھی۔ ایک بار نل اپنے بھائی پشکر سے جوے میں سارا راج ہار گئے۔ یہاں تک کہ دمینتی کو بھی ہار گئے۔ تب مجبوراً وہ جنگل میں چلے گئے اور جنگلی پھل اور جڑیں کھا کر زندگی گذارنے لگے۔

یہ پھولوں کی خوشبو، یہ مہکتا گلشن

یہ مست ہوائیں، یہ مچلتا ساون

اک پیڑ پہ وہ کوک رہی ہے کویل

یا نل کی جُدائی میں تڑپتی ہے دمن

راجہ نل کی خواہش تھی کہ دمینتی اپنے میکے چلی جائے کیونکہ وہ جنگل کے دُکھ برداشت نہ کر سکے گی۔ مگر دمینتی اس پر راضی نہ ہوئی۔ اس لیے نل اس کو ایک دن جنگل میں سوتا ہوا چھوڑ کر کہیں دور نکل گئے۔ جب دمینتی کی آنکھ کھُلی تو وہ راجہ نل کی جدائی میں تڑپ تڑپ کر رونے لگی۔

سبزہ کی یہ مستی نسترن کے نزدیک
سنبل کی یہ لٹ روئے سمن کے نزدیک
جس طرح کہ لہراتا ہو کوئی اجگر
جنگل کی خموشی میں دمن کے نزدیک

جنگل میں جب دمینتی نل کے فراق میں تڑپ رہی تھی اسی وقت ایک اجگر نے اس پر حملہ کیا۔ خوش قسمتی سے ایک شکاری وہاں آپہونچا جس نے دمینتی کو اجگر سے نجات دلائی۔

نسریں کے وہ رُخسار، وہ سُنبل کی کمند

وہ مُشکِ خُتن غنچوں کی مُٹھی میں بند

اک پنکھڑی کو بادِ صبا لے کے چلی

یا اُڑ گیا لے کر نل کی دھوتی کو پرند

جنگل میں نل کے پاس صرف ایک دھوتی رہ گئی تھی۔ ایک روز انھوں نے ایک پرندہ کو پکڑنے کے لئے دھوتی پھینکی۔ وہ پرندہ دھوتی لے کر اُڑ گیا۔

یہ اُکھڑی ہوئی ہوا، یہ پت جھڑ کا شباب

یہ اُجڑی ہوئی روش یہ پامال گلاب

سدھارتھ کے آغوش میں جیسے ہو ہنس

مجروح پر و بال، لہو میں غرقاب

گوتم بدھ کا بچپن کا نام سدھارتھ تھا۔ سدھارتھ کے ایک رشتہ کے بھائی نے ایک ہنس کو مجروح کر دیا تھا وہ زخمی ہو کر سدھارتھ کے آنگن میں گرا۔ سدھارتھ نے اس کو اُٹھا کر اپنی آغوش میں لے لیا۔

۳۱

گلشن میں مچلتی ہوئی بادِ فرقت
بھونرا اُڑا گل سے کرکے ترکِ اُلفت
جس طرح کہ خاموشیٔ شب میں سدھارتھ
سوتی ہوئی ایشودھرا سے ہوئے رخصت

ایشودھرا گوتم بدھ کی بیوی کا نام تھا۔ گوتم بدھ اپنی بیوی اور اپنے بچے کو چھوڑ کر رات کی تنہائی میں جنگل چلے گئے تھے۔

۳۴

پھیلا ہوا آکاش پہ ظلمت کا جال

وہ ابر کے حملوں سے ستاروں کا زوال

جس طرح کہ وقتِ جنگ پورس کے فیل

خود اپنی ہی افواج کو کر دیں پامال

پورس جہلم اور چناب کے دوآبہ میں حکومت کرتا تھا ۔ ۳۲۷ ق م میں سکندر نے اس پہ حملہ کیا۔ اس موقع پہ پورس کے ہاتھی بگڑ گئے اور اپنی ہی فوج کو کچل ڈالا۔

یہ نکھری ہوئی رات، یہ چرخ پُرنور
وہ چاند کے پاس ایک ستارے کا ظہور
جس طرح کہ ہارا ہوا راجا پورس
بے خوف ہو اِستادہ سکندر کے حضور

پورس جب گرفتار ہو کر سکندر کے سامنے آیا تو سکندر نے پوچھا "بتاؤ تمھارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے" پورس نے جواب دیا "جیسا ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے کرتا ہے" سکندر اس معقول جواب سے بہت خوش ہوا اور اس کی سلطنت اس کو واپس کر دی۔

وہ شاخوں پہ بیٹھے ہیں طیورِ گلزار

وہ چاٹتے ہیں پتّوں کو کرمانِ بہار

جس طرح اجنٹا کے حسیں غاروں میں

نقّاش بنا رہے ہوں کچھ نقش و نگار

اجنٹا ریاست حیدر آباد میں واقع ہے موریہ عہد کی بہترین مصوری کے نمونے اجنٹا کے غاروں میں ملتے ہیں۔

۳۵

گونجا ہوا نغماتِ سحر سے ترلوک
موتی وہ پروتی ہوئی کانٹوں کی نوک
بل کھاتی ہوئی رگیں وہ برگِ گُل پر
یا کندہ ہے چٹّان پہ تحریرِ اشوک

اشوک نے بہت سی لاٹیں بنوائی تھیں جن پر اس نے کتبے کندہ کروائے تھے۔

ذرّوں کی فضاؤں میں ہے تابندگی قید
شبنم کے حسیں قطروں میں ہے روشنی قید
زندانِ صدف میں بند ہے اک موتی
ہو مالوہ میں جس طرح راجیشری قید

راجیشری ہرش وردھن کی بہن کا نام تھا جس کی شادی گرہ ورمن موکھری سے ہوئی تھی۔ مالوہ کے راجا نے اس کے شوہر پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا اور راجیشری کو قید کر کے مالوہ لے گیا۔

یہ اُڑتے ہوئے تند ہوا سے ذرّات

شاخوں سے بکھرتے ہوئے وہ کومل پات

محتاجوں کے مابین اپنے تن کے کپڑے

سنگم پہ ہرش کرتا ہو جیسے خیرات

ہرش وردھن ہر پانچویں سال گنگا جمنا کے سنگم پر زبردست خیرات کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آخر میں اپنے جسم کے کپڑے بھی خیرات کر دیتا تھا اور اپنی بہن راجیشری سے کوئی کپڑا مانگ کر تن پوشی کرتا تھا۔

وہ ڈوبتے سورج کی اُفق پیمائی

وہ سُرخ شفق لیتی ہوئی انگڑائی

یاد منا رہی ہے قلعۂ راور میں

جوہر کی پُرانی رسم رانی بائی

رانی بائی سندھ کے راجا داہر کی بیوی تھی۔ سنہ ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا۔ راجا داہر جنگ میں مارا گیا۔ اس کے بعد رانی بائی نے راور کے قلعہ میں جوہر کی رسم ادا کی اور راجپوت خاندان کی ساری عورتیں آگ میں جل کر فنا ہو گئیں۔

اک ذرّہ کے سینے میں وہ سورج کی کرن

اک صدف کے تابوت میں وہ دُرِ عدن

جس طرح ہو چرمِ گاؤ کے اندر بند

معصوم محمد بنِ قاسم کا بدن

محمد بن قاسم نے داہر کو شکست دینے کے بعد اس کی دونوں لڑکیوں پرمل دیوی اور سورج دیوی کو گرفتار کر کے خلیفہ بغداد کی خدمت میں روانا کر دیا۔ انھوں نے خلیفہ سے شکایت کی کہ محمد بن قاسم نے ان کی عصمت پر حملہ کیا تھا لہٰذا وہ خلیفہ کے حرم سرا کے لائق نہیں رہیں۔ خلیفہ کو غصّہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ محمد بن قاسم کو بیل کی کھال میں بند کر کے بغداد روانا کر دیا جائے۔ بعد میں ان لڑکیوں نے خلیفہ سے بتایا کہ محمد بن قاسم بے گناہ تھا۔ انھوں نے اپنے باپ کا انتقام لینے کیلئے دروغ گوئی سے کام لیا تھا۔

بکھرے ہوئے دوشیزۂ شب کے وہ بال

نکھرا ہوا وہ عارضِ انجم کا جمال

وہ چاند کے نزدیک حسیں کاہکشاں

سنجوگتا کے ہاتھ میں جیسے جے مال

سنجوگتا قنوج کے راجہ جے چند کی بیٹی تھی جس کی شادی کے لیے اس نے سوئمبر رچایا تھا۔

یہ مہکی ہوئی فضا، سحر کا یہ نکھار
اک پنکھڑی کو لے کے اُڑی بادِ بہار
قنّوج میں سنجوگتا کو پرتھوی راج
گھوڑے پہ بٹھا کے جیسے ہو جائے فرار

جے چند نے سوئمبر میں سب راجاؤں کو بُلایا تھا لیکن پرتھوی راج کو مدعو نہیں کیا تھا بلکہ اس کی تضحیک کے لئے اس نے دروازے پر ایک مورت بنا دی تھی۔ سنجوگتا پرتھوی راج سے محبت کرتی تھی اور اس سے شادی کرنا چاہتی اس لیے اس نے اسی مورت کے گلے میں ہار ڈال دیا۔ پرتھوی راج جو قریب ہی موجود تھا، سنجوگتا کو گھوڑے پر بٹھا کر فرار ہو گیا۔

رفتارِ صبا سے شاخِ گل کی یہ لچک
گرتے ہوئے وہ قطرۂ شبنم کی چمک
میداں میں گرے بازیٔ چوگاں کے وقت
جس طرح فرس سے قطب الدین ایبک

سنہ ۱۲۱۰ء میں قطب الدین ایبک جو غلام خاندان کا بانی تھا۔
چوگاں کھیلتے وقت گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا۔

یہ مہکے ہوئے گُل، یہ سحر کا عالم

اک برگِ بنفشہ سے وہ ربطِ شبنم

جس طرح حرم سرا میں ہو محوِ کلام

یاقوت سے سلطانہ رضیہ بیگم

رضیہ بیگم (۱۲۳۶—۱۲۴۰) ایک حبشی غلام یاقوت سے محبت کرتی تھی اس وجہ سے امراء اس سے ناراض رہتے تھے یہی ناراضگی اس کے قتل کا سبب بنی۔

تالاب پہ کرنوں کے یہ بکھرے ہوئے ہار

برگد کی جٹاؤں کے یہ ہلتے ہوئے تار

بلبن نے مددگاران طغرل کیلیے

یا سولیاں لکھنوتی میں کی ہیں تیار

طغرل خاں بنگال کا گورنر تھا جس نے ۱۲۷۹ء میں بلبن سے بغاوت کی تھی۔ بلبن نے خود بنگال جا کر اس بغاوت کو فرد کیا۔ طغرل کا سر تن سے جدا کیا گیا اور لکھنوتی شہر میں سڑکوں کی دونوں جانب سولیاں تیار کی گئیں اور باغیوں کو پھانسیاں دی گئیں۔

ساحل یہ سمندر کا، یہ رنگین سحر

بہتا ہوا اک ناریل آتا ہے نظر

گنگا میں کڑا کے پاس جیسے ہو رواں

معصوم جلال الدین خلجی کا سر

جلال الدین خلجی علاؤالدین کا چچا تھا جب علاؤالدین دیوگری کی فتح کے بعد دلّی واپس آ رہا تھا تو اس کے چچا نے کڑا کے مقام پر اپنے بھتیجے سے ملاقات کی دونوں کشتیاں جب دریا میں ملیں تو الماس بیگ نے علاءالدین کے اشارے سے جلال الدین کو قتل کر دیا اور اس کا سر دریا میں بہنے لگا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۲۹۶ء کا ہے

یہ ڈوبتا سورج، یہ اُداسی کا سماں

اک پھول ہے نوکِ خار پہ یوں جنباں

معصوم جلال الدّین خلجی کا سر

دہلی میں ہو جیسے نیزہ پہ آویزاں

جلال الدّین خلجی کا بہتا ہوا سر ایک ملّاح کو ملا جس نے علاء الدین خلجی کے حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد اس کا سر نیزہ پہ لٹکا کر دہلی میں گھمایا گیا

برکھا کا یہ موسم، یہ گھٹاؤں کا سماں

وہ ابر کے پنجہ میں ہے مہرِ تاباں

غصّہ میں کچل رہا ہے فیلِ خلجی

یا میر محمد شاہ کی استخواں

سنہ ۱۲۹۹ء میں علاء الدین خلجی نے رنتھمبور پر حملہ کیا۔ اس جنگ میں رانا ہمیر کو شکست ہوئی۔ اس کی فوج میں میر محمد شاہ ایک منگول فوجی افسر تھا۔ وہ بھی مجروح ہوا۔ علاء الدین خلجی نے اس سے پوچھا کہ اگر وہ اس کی مرہم پٹی کرادے اور اس کی جان بچالے تو وہ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا۔ میر محمد شاہ نے جواب دیا کہ اگر وہ اچھا ہو جائے گا تو علاء الدین کو قتل کردے گا اور رانا ہمیر کے لڑکے کو گدی پر بٹھادے گا۔ علاء الدین کو سخت غصہ آیا اور اس نے اسکو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈال دیا اس طرح بہادر منگول کی موت واقع ہوئی۔ مگر علاء الدین اس کی بہادری سے بہت متاثر ہوا اور شاندار طریقے سے اس کی تجہیز و تکفین کی۔

خورشید وہ تالاب میں ہے جلوہ فگن
تکتا ہے وہ سارس اسکا روئے روشن
جس طرح علاءالدّین آئینہ میں
کرتا ہو نظارۂ جمالِ پدمن

پدمنی چتوڑ کے راجا رتن سنگھ کی رانی کا نام تھا جس کے حسن کی شہرت کو سُن کر علاء الدین نے چتوڑ پر حملہ کر دیا تھا۔ راجہ رتن سنگھ نے مجبور ہو کر یہ وعدہ کر لیا تھا کہ وہ پدمنی کے چہرے کا عکس آئینہ میں علاء الدین کو دکھا دے گا۔ چنانچہ علاء الدین نے آئینہ میں پدمنی کا عکس دیکھا اور محوِ حیرت ہو گیا۔

وہ موتیوں سے مانگ بھرے رات کی حور

وہ چاند کے آگے چار تاروں کا ظہور

جس طرح الپ، الغ، ظفر اور نصرت

بیٹھے ہوں علاء الدّین خلجی کے حضور

علاء الدین خلجی کے چار شیر کار تھے جن کا نام الپ خاں، الغ خاں

ظفر خاں اور نصرت خاں تھا۔

۵۰

باغات میں وہ برگ و ثمر کی بارش
گلشن میں روش پہ گُلِ تر کی بارش
جس طرح خِضر پہ فتح چتّوڑ کے بعد
ہو لعل و زمرّد و گہر کی بارش

خِضر خاں علاء الدین خلجی کے بیٹے کا نام ہے جس نے چتّوڑ کے قلعہ کو سنہ ۱۳۰۳ء میں فتح کیا تھا۔ اس فتح کی خوشی میں علاء الدین نے اس پر لعل و زمرّد اور موتی نچھاور کئے تھے۔

یہ راستے ویران، یہ سونا جنگل
وہ اونگھتے ہرنوں پہ گراں سنگِ جبل
محمود و غیاث الدیں پہ وقتِ شب
جس طرح اچانک گرے لکڑی کا محل

غیاث الدین تغلق ۱۳۲۴ء میں بنگال کی بغاوت کو فرد کرنے کے لئے گیا واپسی میں اس کے بیٹے محمد تغلق نے افغان پور کے قریب اس کے قیام کے لئے لکڑی کا محل بنوایا۔ میر عمارت احمد ایاز کی زیرِ نگرانی یہ محل صرف تین دن میں تیار ہو گیا کھانا کھانے کے بعد ہاتھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ ان کی ٹکر سے یہ محل گر پڑا اور سلطان اپنے پسرِ خورد محمود کے ساتھ کچل کر مر گیا۔

میدانوں میں سوکھے ہوئے پتّوں کے ڈھیر
ساحل پہ چمکتے ہوئے ذرّوں کے ڈھیر
نزدیک خزانۂ محمد تغلق
جس طرح لگے ہوں جعلی سکّوں کے ڈھیر

محمد تغلق نے سنہ ۱۳۳۰ء میں تانبے کا سکّہ چلایا مگر عوام نے خود جعلی سکّے بنانا شروع کر دیا۔ اس لئے اس نے اعلان کیا کہ لوگ تانبے کے سکّے خزانے میں جمع کر جائیں اور اسکے معاوضہ میں چاندی سونے کے سکّے لے جائیں۔ چنانچہ تغلق آباد کے پاس ان سکوں کا ایک پہاڑ کے برابر ڈھیر لگ گیا۔

یہ بادِ بہاری کا گلستاں میں رم
یہ جلوہ دکھاتے ہوئے پھولوں کے صنم
یا خان جہاں کی محفلِ عشرت میں
ہیں ناز میں مصروف حسینانِ حرم

خان جہاں مقبول فیروز تغلق کا وزیر تھا جو بہت لائق۔ منتظم اور مدبّر تھا۔ اس کے حرم میں دو ہزار مستورات مختلف اقوام کی داخل تھیں اس طرح وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کا انتقال ۱۳۷۰ء میں ہوا۔

(۵۴)

جھکڑ یہ ہواؤں کے، یہ آندھی کا غرور
ہر گوشہ سے اٹھتا ہوا یہ شورِ نشور
گلزار میں یہ چاروں طرف قطع و برید
یا آ گئی ہے دِلّی میں فوجِ تیمور

تیمور لنگ نے ۱۳۹۸ء میں محمود تغلق کے زمانہ میں دِلّی پر حملہ کیا
اس کے قتل و غارت سے ہندوستان کو بہت نقصان پہونچا۔

گلشن کی فضا میں وہ ہواؤں کا خرام
بِکھری ہوئی پنکھڑیاں وہ پھولوں کی تمام
میدان میں بابر نے لڑائی سے قبل
یا پھینک دیے ہیں توڑ کے ساغر و جام

۱۵۲۷ء میں کنواہا کی جنگ سے قبل بابر نے شراب نوشی سے توبہ کرلی اور شراب پینے کے سارے قیمتی ظروف توڑ ڈالے اور شراب پھینک دی۔

جنگل میں یہ اک درخت بے برگ و ثمر
ٹکراتا ہوا آندھی سے بے خوف و خطر
کنواہا کے میدان میں رانا سانگا
جس طرح ڈٹا ہو پیش فوجِ بابر

رانا سانگا میواڑ کا راجا تھا جو زبردست جنگجو تھا۔ مختلف جنگوں میں وہ ایک ہاتھ، ایک آنکھ اور ایک ٹانگ کھو چکا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے جسم پر زخموں کے اسّی نشانات تھے۔ بابر نے رانا سانگا پر ۱۵۲۷ء میں حملہ کیا تھا اور شکست دی تھی۔

گردش میں صبا ہے گلِ پرخوں کے گِرد
پروانہ ہے رقصاں شمع محزوں کے گِرد
جاں اپنی فدا کرنے کو جیسے بابر
پھیرے کرے بیمار ہمایوں کے گِرد

سنہ ۱۵۳۰ء میں ہمایوں سخت بیمار پڑا۔ بابر اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس کے امراء نے سمجھایا کہ آگرہ کی فتح کے وقت جو قیمتی ہیرا حاصل ہوا تھا وہ ہمایوں پر نثار کر دے مگر اس نے منظور نہ کیا۔ وہ تین بار ہمایوں کے بستر کے گِرد گھوما اور خدا سے دُعا مانگی کہ ہمایوں کی بیماری اس کو منتقل ہو جائے۔ چنانچہ ہمایوں اچھا ہو گیا اور بابر کا انتقال ہو گیا۔

وہ ہنستے ہوئے پھول، وہ کلیوں کی مہک
وہ شاخ پہ سورج کی شعاعوں کی چمک
جس طرح ہمایوں کی کلائی میں ہو
معصوم کرن وتی کی راکھی کی دمک

کرن وتی چتوڑ کی رانی کا نام تھا جس پر گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ نے حملہ کیا تھا۔ کرن وتی نے اس موقع پر ہمایوں سے مدد طلب کی اور اس کی خدمت میں راکھی بھیجی اور اپنا راکھی بند بھائی بنایا۔ ہمایوں اس وقت بہار میں شیر شاہ سے جنگ کی تیاری میں مصروف تھا۔ تاہم وہ کرن وتی کو مدد دینے کے لئے راضی ہو گیا مگر فاصلہ کافی ہونے کی بنا پر وہ چتوڑ دیر میں پہونچا۔ اسی اثنا میں بہادر شاہ نے چتوڑ کا قلعہ فتح کر لیا مایوس ہو کر کرن وتی نے دوسری راجپوت عورتوں کے ساتھ رواج کے مطابق جوہر کی رسم ادا کی اور اس طرح اپنے وطن پر اپنی جان قربان کر دی۔

گاتی ہوئی ندی کی یہ مدّھم رفتار
اک بہتے ہوئے برگ پہ وہ پھول سوار
یا بیٹھا ہوا مشک پہ اک سقّہ کی
کرتا ہے ہمایوں بھری گنگا کو پار

۱۵۳۹ء میں چوسا کے قیام پر شیر شاہ نے ہمایوں کو شکست دی۔ ہمایوں جان بچانے کے لئے گنگا میں کود پڑا۔ نظام الدین سقا کی نظر اس پر پڑی۔ اس نے ہمایوں کو اپنی مشک پر بٹھا کر دریا کے پار اُتار دیا۔ اس کے معاوضہ میں ہمایوں نے اس کو دو دن کے لئے دِلّی کا بادشاہ بنا دیا۔

اٹکھیلیاں کرنے لگی گلشن میں نسیم
دی موسمِ گل نے غنچہ و گل کو شمیم
جس طرح کہ اکبر کی ولادت کے وقت
مغلوں میں کرے مشک ہمایوں تقسیم

۱۲ر اکتوبر ۱۵۴۲ء کو حمیدہ بانو کے بطن سے ہمایوں کا بیٹا اکبر امرکوٹ میں پیدا ہوا۔ اس وقت ہمایوں کے پاس امراء کو بخشش دینے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اس کے پاس مشک کا ایک ٹکڑا تھا وہی اس نے تقسیم کیا اور دُعا کی کہ جس طرح مُشک کی خوشبو چاروں طرف پھیلتی ہے اسی طرح اس کے بیٹے کا نام چاروں طرف پھیلے۔

گلشن میں خنک صبا کا وہ رقص و رم
اک گل سے ٹپک پڑا وہ قطرۂ شبنم
زینہ سے کتب خانے کے جیسے ناگاہ
تھرّا کے پھسل جائے ہمایوں کا قدم

۱۵۵۶ء میں ایک روز ہمایوں اپنی لائبریری "شیر منڈل" کی چھت سے نیچے اُتر رہا تھا اس وقت اس کا عصا ڈگمگا گیا اور وہ پھسل کر زمین پر گر پڑا اور فوت ہو گیا۔

۶۲

اک غنچہ کے سر پہ وہ حسیں عمامہ

اک پھول کے تن پہ وہ گلابی جامہ

اک پنکھڑی پہ کرن وہ بُنتی ہوئی جال

یا لکھتی ہے گلبدن ہمایوں نامہ

گُلبدن ہمایوں کی بہن کا نام ہے جس نے مغلوں کی تاریخ لکھی ہے جو "ہمایوں نامہ" کے نام سے مشہور ہے۔

۶۳

اُجڑا ہوا یہ باغ، یہ صحرا ویران
وہ کھیت میں ٹڈیوں کے دَل کا طوفان
رہتاس کے قلعہ میں ہوں داخل جیسے
بیٹھے ہوئے ڈولیوں میں فوجی افغان

شیر شاہ نے رہتاس کے وزیر چورامن کو ۶ من سونا دیا اور اس کو اس بات پر رضی کر لیا کہ افغان عورتیں اس کے قلعہ میں پناہ لیں۔ اگرچہ راجا اس کے لئے تیار نہ تھا مگر وزیر نے دھمکی دی کہ وہ زہر کھالے گا اور اس کا پاپ اس کی گردن پر پڑے گا۔ اسکے بعد شیر شاہ نے بارہ سو ڈولیوں میں افغان سپاہیوں کو بٹھایا اور یہ ظاہر کیا کہ یہ شاہی بیگمات ہیں۔ جب یہ ڈولیاں قلعہ کے اندر پہونچیں تو افغان سپاہی ڈولیوں سے نکل پڑے اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

گلشن سے یہ جاتی ہوئی سورج کی کرن
یہ شفق میں خورشید کا جلتا دامن
شعلوں سے گھرے قلعۂ کالنجر میں
جس طرح جلے شیر شاہ سوری کا بدن

۱۵۴۵ء میں شیر شاہ نے کالنجر کے قلعہ پر حملہ کیا۔ دوران جنگ میں یکایک بارود کے ڈھیر میں آگ لگ گئی اور وہ اپنے فوجی افسروں اور سپاہیوں کے ساتھ جل کر فوت ہو گیا۔

کھُلا گیا وہ عارضِ نسریں کا جمال
نرگس وہ ہوئی خار کے چُبھنے سے نڈھال
اک تیر کے لگ جانے سے پانی پت میں
جس طرح ہو گھائل چشمِ ہیمو بقّال

سنہ ۱۵۵۶ء میں پانی پت کی دوسری جنگ میں اکبر نے ہیمو بقّال کو شکست دی۔ دورانِ جنگ میں اس کی آنکھ میں ایک تیر لگا اور وہ بے ہوش ہو کر ہودج سے نیچے گر پڑا۔

تپتے ہوئے دریا سے وہ اُٹھتی ہوئی بھاپ
دو آبی پرندوں کا وہ ساحل پہ ملاپ
جس طرح کہ بیٹھے ہوئے اک جھیل کے پاس
حجت کریں راجہ مان و رانا پرتاپ

رانا پرتاپ میواڑ کا راجا تھا اور راجہ مان سنگھ اکبر کا سپہ سالار۔ ایک بار ان دونوں میں صلح کی گفتگو کرنے کے لئے اودیا ساگر جھیل کے کنارے ملاقات ہوئی بحث و مباحثہ میں بات بڑھتی گئی اور صلح کے شرائط طے نہ ہو سکے۔

گلشن میں وہ کھلتے ہوئے غنچوں کی مہک
وہ چرخ پہ بکھرے ہوئے تاروں کی چمک
آکاش سے یوں شہابِ ثاقب گذرا
ندّی کو پھلانگ جائے جیسے چیتک

رانا پرتاپ کے گھوڑے کا نام چیتک تھا۔ ایک بار مغلوں نے رانا پرتاپ کا تعاقب کیا۔ رانا پرتاپ اپنے گھوڑے چیتک پر سوار تھے۔ یہ گھوڑا بہت تیز رفتار تھا۔ وہ ایک ہی پھلانگ میں ایک چھوٹی سی ندی کو پار کر گیا۔ اس طرح رانا پرتاپ مغلوں کی گرفت میں نہ آسکے۔

گلشن میں وہ پھولوں کے چھلکتے ساغر

وہ باغ میں کویل کی صدائے مضطر

یا بھوک سے صحرا میں تڑپ اُٹھی ہے

پرتاپ کی کم سن بھولی بھالی دُختر

جنگل میں رانا پرتاپ مصیبت کی زندگی گذار رہے تھے اور گھاس کی روٹیاں کھا کر دن کاٹتے تھے ایک بار ان کی کم سن بچّی گھاس کی روٹی کا ٹکڑا کھا رہی تھی کہ اتنے میں ایک جنگلی بلّی آ گئی اور وہ روٹی کا ٹکڑا لے کر بھاگی رانا پرتاپ کی لڑکی بھوک سے چلّا رہی تھی یہ اسی موقع کی تصویر کشی ہے۔

یہ ارض و سما پہ شب مشکیں کا راج
یہ گوہر انجم میں قمر کا پکھراج
احمد نگر کے لشکریوں کے مابین
تابندہ ہو جیسے چاند بی بی کا تاج

چاند بی بی احمد نگر کی ملکہ تھی جو بیجاپور کے نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔

یہ رات کے گیسوؤں کی ہر سو نکہت
یہ چاند کی تاروں پہ نگاہِ اُلفت
جاں باز سپاہیوں کو ہنگامِ جنگ
یا پلا رہی ہے چاند بی بی شربت

اکبر کے سپاہیوں نے احمد نگر کے قلعہ کو قبضہ میں کرنے کے لئے چار سُرنگیں تیار کی تھیں تاکہ ان میں آگ لگا دی جائے اس کی خبر چاند بی بی کو پہونچی اور وہ سُرنگوں کی مرمت کے لئے خود موقع پر گئی اس کے سپاہیوں نے بڑی محنت سے سُرنگوں کے بھرنے کی کوشش کی۔ اس موقع پر چاند بی بی نے اپنے ہاتھ سے سپاہیوں کو شربت پلایا۔

وہ مہکے ہوئے باغ میں پھیلا ہوا نور
شاخوں پہ چہکتے ہوئے مختلف طیور
جس طرح عبادت خانہ میں بحث کریں
ہر ملّت و دیں کے لوگ اکبر کے حضور

اکبر نے ۱۵۷۵ء میں فتح پور سیکری میں، ایک عمارت بنوائی جس کا نام عبادت خانہ رکھا اس میں مختلف مذاہب کے لوگ جمع ہو کر مذہبی بحث و مباحثہ کرتے تھے۔

یہ دھوپ کا آئینہ، یہ سورج کی کرن
سنبل کے وہ گیسو پھول پر سایہ فگن
مہرالنساء کی جیسے حفاظت کے لئے
اک ناگ ہو بیٹھا ہوا پھیلائے پھن

مرزا غیاث بیگ طہران سے ہندوستان تلاش روزگار میں آ رہا تھا۔ قندھار میں مہرالنساء پیدا ہوئی۔ مگر مفلوک الحال والدین نے اس نوزائیدہ بچی کو جنگل میں چھوڑ دیا اور خود آگے بڑھ گئے۔ اس کی حفاظت ایک سانپ نے کی اس کے بعد ملک مسعود ایک مالدار تاجر نے اس کو اٹھا لیا اور دہلی ساتھ لایا۔

یہ شاخ کی انگڑائیاں، یہ گل کا ناز
اک بھونرے کے اُڑنے کا وہ دلکش انداز
مہرالنساء کے دستِ حسیں سے چھُٹ کر
جس طرح کرے کوئی کبوتر پرواز

مینابازار کے مشہور افسانوی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہیں سے شہزادہ سلیم اور مہرالنساء میں محبت شروع ہوئی۔

افسردہ ہے سبزہ کوہ کے دامن میں
پژمُردہ ہی وہ ایک کلی گلشن میں
بیٹھی ہوئی ہو شاہی حرم میں مایوس
مہرالنساء جیسے غمِ شیر افگن میں

مہرالنساء کی شادی شیر افگن سے ہوئی تھی جس کا اصلی نام علی قلی خاں استاجلو تھا۔ اس نے جہانگیر سے بغاوت کی۔ جہانگیر نے بنگال کے گورنر قطب الدین کو اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ گرفتاری کے وقت دونوں میں جنگ ہوئی اور دونوں قتل ہوئے۔ اس کے بعد مہرالنساء جہانگیر کے حرم سرا میں داخل کر دی گئی جہاں وہ عرصہ تک غمگین رہی۔

برکھا کی سیہ رات، یہ ظلمت کا دھواں

بادل میں وہ تارا نزدِ ماہِ تاباں

یا کر رہی ہے ہاتھی پہ جہلم کو پار

اک بچّی کو پہلو میں لیے نورجہاں

مہابت خاں کی بغاوت کے موقع پر جہانگیر جہلم کے کنارے خیمہ زن تھا مہابت خاں نے اپنی فوج کی مدد سے جہانگیر کو نظر بند کر دیا وہ نورجہاں کو بھی گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے نورجہاں لباس بدل کر اور شہریار کی کم سن بچّی کو گود میں لے کر ایک ہاتھی پر سوار ہوئی اور جہلم کو پار کر کے اس کے دوسرے کنارے پر پہونچ گئی۔ وہاں اس نے جہانگیر کو چھڑانے کے لئے کونسل طلب کی

میدانوں میں چلتی ہوئی وہ بادِ خزاں

وہ باغ کی خاموشی میں بید جنباں

جس طرح ہو دربارِ جہانگیری میں

زنجیروں میں جکڑا ہو خسرو لرزاں

سنہ ۱۶۰۶ء میں خسرو نے جہانگیر کے خلاف بغاوت کی مگر وہ ناکام رہا اور گرفتار کر کے جہانگیر کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسی وقت خسرو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنے ہوئے تھا اور کانپ رہا تھا۔

چھایا ہوا گلزار پہ یہ رنگِ بہار

یہ شاخ پہ تودہ بنا ہوا برگِ چنار

یا نور جہاں بیٹھی ہوئی پردہ میں

رکھّے ہے جہانگیر پہ دستِ گلنار

جہانگیر جب دربار میں بیٹھتا تھا تو نورجہاں تختِ شاہی کے پیچھے پردہ کے اندر بیٹھ کر اس کی پشت پر ہاتھ رکھے رہتی تھی۔ اس طرح جہانگیر کے قلب کو سکون حاصل ہوتا تھا۔

شعلہ کی چمک برق کے داماں میں قید

قطرہ کی تجلّی ابرِ نیساں میں قید

وہ کُنج میں اک غنچۂ نرگس بے نور

یا خسروِ نابینا ہے زنداں میں قید

سنہ ۱۶۰۷ء میں خسرو نے اپنے باپ جہانگیر کے قتل کے لئے سازش کی مگر وہ گرفتار کرلیا گیا اور اسکو آنکھوں میں سلائی بھونک کر اندھا کر دیا گیا۔ اس کے بعد قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔

چلتی ہوئی گلشن میں ہوائے بے باک
اک پھول تڑپ کر وہ گرا بر سرِ خاک
جس طرح جہانگیر کی محبوبۂ شوخ
کر دے کسی رہ گیر کو ناگاہ ہلاک

دَورِ جہانگیری کے مشہور افسانوی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی تفصیلات "عدلِ جہانگیری" نظم میں شبلی نے پیش کی ہیں۔

ساون یہ سلونا، یہ گھٹاؤں کا دھواں
برگد کی یہ اک جٹا ہوا سے جُنباں
انصافِ مغلیہ کی سُنہری زنجیر
یا آگرہ کے قلعہ میں ہے آویزاں

جہانگیر نے ایک سونے کی زنجیر آگرہ کے قلعہ میں شاہ برج میں آویزاں کی تھی
جس کا ایک سرا پتھر کے ستون سے جو جمنا کنارے تعمیر کیا گیا تھا بندھا ہوا تھا
یہ زنجیر ۳۰ گز لمبی تھی اور اس میں ۶۰ گھنٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ اس کا وزن چار من
تھا جب کوئی شخص انصاف کا طلبگار ہوتا تھا تو وہ زنجیر کو ہلا دیتا تھا۔ اس طرح
جہانگیر کو فریادی کی آمد کی اطلاع ہو جاتی تھی

وہ روش پہ مہکے ہوئے پھولوں کی قطار
نرگس کی حسیں آنکھوں میں شبنم کی بہار
ہو چشمِ جہانگیر میں جیسے رقصاں
بھیگی ہوئی شب میں رام رنگی کا خمار

جہانگیر نے شراب کا نام "رام رنگی" رکھا تھا۔

یہ صُبح کا ہنگام، یہ بوئے گلُشن
سورج وہ ہوا بامِ اُفق سے روشن
باشاہ جہاں دِلّی کے باشندوں کو
دیتا ہے دریچۂ محل سے درشن

شاہ جہاں کا یہ طریقہ تھا کہ صبح کے وقت اپنے محل کی کھڑکی سے وہ اپنی رعایا کو درشن دیا کرتا تھا۔

گلشن کی فضا میں لالۂ و گُل کا جُلوس
جھرنوں کی روانی میں صدا لئے ناقوس
اک پیڑ کے سایہ میں وہ مُوروں کا جُھنڈ
بارگاہِ دیوان میں تختِ طاؤس

شاہ جہاں نے اپنے لئے ایک شاہی تخت بنوایا تھا جس میں بارہ ستون تھے اور ہر ستون پر دو مور بنے تھے۔ جو جواہرات سے آراستہ تھے ہر دو موروں کے درمیان ایک درخت تھا جس میں یاقوت ہیرے، زمرّد اور موتی جڑے ہوئے تھے ٹیورنیر کے قول کے مطابق اس تخت پر ایک کروڑ سات لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا۔

وہ چرخ پہ پھیلا ہوا تاروں کا جال
تکتا ہوا وہ چکوا حسین چاند کے گال
یاد دیکھتا ہے حجرہ میں چھپ کر صیدؔی
گلشن میں جہاں آرا کے عارض کا جمال

میر صیدی طہرانی شاہ جہاں کے عہد کا شاعر تھا ایک بار جہاں آرا باغ کی سیر کو نکلی اور صیدی نے ایک حجرہ میں چھپ کر اس کے حسن کا دیدار کیا اور جب اس کا ہاتھی اس کے پاس سے گذرا تو اس نے یہ شعر پڑھا ؎

برقع بہ رخ افگندہ برد ناز بہ باغش
تا نکہت گل بیختہ آید بہ دماغش

بیگم نے اس مطلع کو پسند کیا اور پانچ ہزار روپئے انعام دیے مگر اس جرأت اور گستاخی کی سزا میں اس کو شہر سے نکال دیا۔

۸۵

مرجھائی ہوئی کلی کا وہ چہرہ اُداس
چھائی ہوئی اک بھونرے پہ وہ ظلمتِ یاس
یا شاہ جہاں بیٹھا ہوا ہے مغموم
ممتاز محل کے بسترِ مرگ کے پاس

ممتاز محل شاہ جہاں کی ملکہ تھی جس کا انتقال ۱۶۳۱ء میں چودھویں بچہ کی ولادت کے وقت ہوا۔

وہ شام کے گیسوؤں کی پھیلی ہوئی باس
وہ ڈوبتے سورج کے قریں شفق اُداس
ڈوبی ہوئی خوں میں جس طرح سارندھا
دم توڑ رہی ہو نعشِ چمپت کے پاس

اورنگ زیب کے عہد میں بندیل کھنڈ میں چمپت رائے ایک بڑا جاگیردار تھا۔ اس نے شہنشاہ وقت سے بغاوت کی مغلوں نے اس پر حملہ کیا۔ اس کو شکست ہوئی مگر اس نے خود کو مغلوں کے حوالے کرنے میں ذلت محسوس کی اس لئے اس نے اپنی رانی سارندھا کو حکم دیا کہ قبل اس کے کہ مغل اس کو گرفتار کریں، وہ اس کے سینے میں خنجر بھونک دے۔ سارندھا نے چمپت رائے کے سینے میں خنجر اتار دیا اس کے بعد اسی خنجر سے اپنی زندگی کا بھی خاتمہ کر لیا۔

بہتے ہوئے ناریل پہ کرنوں کا جال

بیٹھا ہوا اس پر اک پرندہ چونچال

مٹّی کے گھڑے کو سوہنی تھامے ہوئے

یا جا رہی ہے ندی میں سوئے مہوال

پنجاب کے افسانوی عاشق و معشوق کے قصّہ کی طرف اشارہ ہے۔

شبنم میں وہ ڈوبا ہوا گلشن سارا
وہ لپٹی ہوئی شاخوں کا وہ نظارا
جس طرح کہ جلّاد کے آنے سے قبل
رو رو کے گلے ملیں سپہر و دارا

دلّی کا تخت حاصل کرنے کے لئے شاہ جہاں کے بیٹوں میں جنگ ہوئی
اسی سلسلہ میں دارا شکوہ نے بھی کوشش کی مگر وہ ناکام رہا اور اس کو اور
اسکے بیٹے سپہر کو نذر نامی جلاد نے قتل کر دیا۔ قتل ہونے سے پہلے دونوں
ایک ہی قید خانے میں مقیّد تھے اور چیخ چیخ کر روتے اور گلے ملتے تھے۔

وہ فصلِ بہاراں میں مہکتا ہے ریاض
سورج کی وہ کرنیں ہیں گلوں کی نبّاض
وہ آبِ روش میں گر پڑا ایک گلاب
یا حوض میں زیب النساء کی گرِی بیاض

ایک بار زیب النساء کی بیاض خاص اس کی ایک خواص ارادت فہم کے ہاتھ سے حوض میں گر پڑی تھی۔

پُر کیف ہوا میں پنکھڑی رقص کرے
مخمور گھٹا میں مُورنی رقص کرے
جس طرح قطب شاہ کے قصرِ نَو میں
بل کھا کے حسین بھاگ متی رقص کرے

بھاگ متی محمد قلی قطب شاہ کی محبوبہ کا نام تھا جو زبردست رقاصہ تھی اسی کا نام محمد قلی قطب شاہ نے بعد میں حیدر محل رکھا اور اسی کے نام سے حیدر آباد شہر آباد کیا۔ محمد قلی قطب شاہ ۹۸۸ھ سے ۱۰۲۰ھ تک بادشاہ رہا ہے۔

وہ باغ پہ چھایا ہوا بادل کا دھواں

دو آشیاں اک شاخ پہ وہ ہیں جنباں

ٹوکریوں میں بیٹھے ہوئے شیوا اور شمبھو

جس طرح درِ زنداں سے ہوتے ہوں رواں

سنہ ۱۶۶۶ء میں شیواجی نے جے سنگھ کی ترغیب سے اورنگ زیب کے دربار میں حاضری دی مگر وہاں کے بُرے برتاؤ سے ناخوش ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بعد وہ مقیّد کر دیا گیا۔ ایک روز وہ اور اس کا بیٹا شمبھو مٹھائی کی ٹوکریوں میں بیٹھ کر قید خانے سے نکل گئے۔

یہ بکھرا ہوا چاند، یہ ہنستی ہوئی رات
بکھرے ہوئے تاروں کے سنہرے ذرّات
یاد ام ہیں شائستہ کو لانے کے لیے
پونا میں شیواجی نے نکالی ہے برات

شائستہ خاں اورنگ زیب کا ماموں اور ایک بڑا فوجی افسر تھا اس نے پونا میں قیام کیا تاکہ شیواجی کو گرفتار کر سکے۔ شیواجی نے اپنے سپاہیوں کو بارات کی شکل میں ترتیب دیا۔ رمضان شریف کا زمانہ تھا۔ شائستہ خاں اور اس کے آدمی افطار و نماز عشا کے بعد سو رہے تھے اسی وقت شیواجی محل کے اندر داخل ہو گیا۔ شائستہ خاں محل سے نکل کر بھاگا۔ مگر بہت سے مغل قتل کر دیے گئے۔

گلشن میں ہوا چلتی ہوئی شوخ و دلیر
ہر سو یہ املتاس کے پھولوں کے ڈھیر
یہ شاخ اسوکا میں نکیلے پتّے
یا شیواجی کے ہاتھ میں ہے پنجۂ شیر

۔ شیواجی اپنے ہاتھوں میں ایک شیر پنجہ (باگھ نکھ) پہنے رہتا تھا۔ یہی شیر پنجہ اس نے افضل خاں کے پیٹ میں بھونک دیا تھا اور اس طرح اسکی زندگی کا خاتمہ کردیا تھا۔

یہ رات کے گیسو، یہ ہوا تند و تیز
گلشن میں بہم ڈالیاں سرگرم ستیز
یہ کُنج کی ظلمت میں چنبیلی کے پھول
ہوں کال کوٹھری میں بند جیسے انگریز

بنگال کا نواب سراج الدولہ انگریزوں سے بہت ناخوش تھا۔ اس نے قاسم بازار کا کارخانہ ضبط کر کے کلکتہ پر حملہ کیا۔ بہت سے انگریز گرفتار ہو گئے اور ۱۴۶ قیدی ایک کوٹھری میں جس کو "بلیک ہول" کہتے ہیں بند کر دیے گئے جون کی گرمیوں کی شدت سے ۱۲۳ انگریز مر گئے صرف ۲۳ زندہ بچے۔

گلزار پہ وہ کالی گھٹاؤں کا سماں
اُڑتا ہوا پھولوں کا ہوا سے داماں
تھراتا ہوا آندھی میں وہ اُجلا گلاب
حیدر علی سے جیسے ہو بیلی لرزاں

کرنل بیلی ایک انگریز فوجی افسر تھا جو میسور کی دوسری جنگ (۱۷۸۰ء) میں حیدر علی کے مقابلہ میں مارا گیا تھا۔

۹۶

پھیلا ہوا کہسار پہ شب کا داماں
تاروں میں چمکتا ہوا ماہِ خنداں
تابندہ ہو جس طرح رہیلوں کے بیچ
پُر نور جبین حافظ رحمت خاں

حافظ رحمت خاں روہیلکھنڈ کے ایک بہادر سردار کا نام تھا۔
آصف الدولہ نے انگریزوں کی مدد سے حافظ رحمت خاں پر حملہ کیا۔
۲۳۔ اپریل ۱۷۷۴ء کو میرن کٹرہ میں جنگ ہوئی۔ حافظ رحمت خاں
لڑتا ہوا مارا گیا۔ رہیلوں میں اس کی شخصیت سب سے زیادہ نمایاں ہے۔

ہر گوشۂ گلشن میں اجل کا ساماں
اک گل وہ پڑا ہوا روش پر بے جاں
آغوش سری رنگا پٹم میں جیسے
غلطاں ہو لہو میں نعش ٹیپو سلطاں

۱۷۹۹ء میں میسور کی چوتھی جنگ ہوئی۔ لارڈ ہیرس اور اسٹورٹ کی افواج کے علاوہ نظام کی فوج بھی ٹیپو کا مقابلہ کر رہی تھی۔ متحدہ افواج نے ۴ر مئی ۱۷۹۹ء کو سری رنگا پٹم فتح کر لیا۔ بہادر اور حریت پسند ٹیپو اپنی قلعہ کی دیواروں کے نیچے جنگ کرتا ہوا مارا گیا۔

ویران فضاؤں پہ یہ ظلمت طاری
دہقانوں کے سر پہ یہ مصیبت بھاری
کھیتوں میں اُتر پڑا ہے یہ ٹِڈّی دَل
یا گاؤں کو ئی لوٹتے ہیں پنڈاری

پنڈاری مرہٹہ فوج میں بے قاعدہ سپاہیوں کی حیثیت سے شامل تھے ان کا کسی خاص مذہب یا قوم سے تعلق نہ تھا بلکہ اس میں ہر ذات اور قوم کے لوگ شامل تھے۔ یہ راجپوتانہ اور وسط ہند کے علاقوں کو لوٹتے تھے ان کے چار سردار تھے جن کا نام امیر خاں۔ واصل محمد۔ کریم خاں اور چیتو تھا۔ لارڈ ہیسٹنگز نے ۱۸۱۸ء کے اختتام تک ان کا خاتمہ کر دیا۔

کویل کی صدا سے کانپتے ہیں جنگل

لرزاں ہیں ہوا سے اُجلے اُجلے بادل

یا تیغ زنی سے لکشمی بائی کی

انگریزوں کے لشکر میں مچی ہے ہلچل

لکشمی بائی جھانسی کی رانی کا نام ہے جس نے پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔

بُجھنے لگا مغرب میں وہ سورج کا چراغ
دامانِ شفق میں وہ کھلے خون کے داغ
جس طرح سپوتوں کے لہو سے ہو لال
پنجاب کی آغوش میں جلیان کا باغ

سنہ ۱۹۲۰ء میں امرت سر میں دو پنجابی لیڈر گرفتار ہو گئے اس بات پر غم و غصہ کے اظہار کے لئے جلیان والا باغ میں ایک زبردست جلسہ ہوا۔ اس جلسہ کو منتشر کرنے کے لیئے جنرل ڈائر نے بے گناہوں پر گولی چلائی جس سے بہت سی جانیں ضائع ہوئیں۔ ہندوستان کی آزادی کی تاریخ میں یہ ایک مشہور واقعہ ہے۔

وہ گُل کے مہکتے ہوئے رُخسارِ جمیل

ٹیسو کے ہر اک پھول میں روشن قندیل

سُرخی سے نہایا ہوا وہ برگِ چنار

ہے پنجۂ قابیل میں خونِ ہابیل

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے قابیل اور ہابیل۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔

وہ باغ کی تمکنت، وہ شاخوں کا غُرور
وہ چھایا ہوا لالۂ و نسریں پہ سُرور
وہ حوض میں فوّارے کے پانی کا جُوش
یا اُبل رہا ہے زالِ کوفہ کا تنور

زالِ کوفہ، شہر کوفہ کی ایک بڑھیا کا لقب ہے طوفانِ نوح میں سب سے پہلے اسی بڑھیا کے تنور سے پانی اُبلنا شروع ہوا تھا۔

برساتا ہوا نور وہ مہرِ تاباں
ندی میں چمکتی ہوئی موجِ خنداں
اک بہتے ہوئے برگ پہ وہ غنچۂ و گُل
طوفاں میں ہو جیسے کشتیِ نوح رواں

حضرت نوح ایک پیغمبر تھے۔ جن کے عہد میں زبردست طوفان آیا تھا۔
جس سے سارا عالم غرق ہو گیا تھا صرف حضرت نوح اور ان کی اُمت کے لوگ
جو کشتی میں سوار تھے محفوظ رہے تھے۔

لہراتا ہوا چرخ پہ دریائے نیل
تاروں کے چمکتے ہوئے رُخسار جمیل
یہ چاند کے اندر ہے کسی کی تصویر
یا آگ کے گلزار میں ہنستے ہیں خلیلؑ

س۔ خلیل لقب ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جن کو نمرود نے آگ میں ڈلوا دیا تھا مگر خدا کے حکم سے وہ آگ گلزار میں تبدیل ہو گئی۔

یہ صبح کا ہنگام، یہ پھیلا ہوا نور

آراستہ ہر شاخ پہ وہ بزم طیور

بلبل لیے اک پنکھڑی ہے نغمہ خواں

یا پڑھ رہے ہیں حضرت داؤدؑ زبور

زبور اس کتاب کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔

برسات کی یہ شام، یہ بادل کا دھواں
اک کُنج سے وہ آئی پپیہے کی فُغاں
یا حضرتِ یوسفؑ کے غمِ فُرقت میں
رُوتے ہیں تڑپ تڑپ کے پیرِ کنعاں

پیرِ کنعاں سے مراد ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام جو حضرت یوسفؑ کی جدائی میں رُدیا کرتے تھے۔

پُرنور چمن میں گُلِ خنداں کا جمال
تاروں کی فضا میں مہِ تاباں کا جمال
جس طرح زنانِ مِصر کی محفل میں
بکھرا تا ہو حُسنِ یوسفِ کنعاں کا جمال

زنانِ مصر زلیخا کو طعنے دیتی تھیں کہ وہ اپنے غلام پر عاشق ہوگئی۔ زلیخا نے ان کو یوسف کا جمال دکھانے کے لئے ایک محفل منعقد کی تھی۔ زنانِ مصر یوسف کے حسن کو دیکھ کر حیرت میں آگئیں۔

آغوشِ سحر میں ہے گرفتارِ چمن
اک پنکھڑی کو پکڑے ہے سورج کی کرن
بے تاب زُلیخا کے حسیں ہاتھوں میں
یا حضرتِ یوسف کا ہے رنگیں دامن

زُلیخا عزیزِ مصر پوتیفار کی بیوی تھی جو حضرت یوسفؑ پر عاشق ہو گئی تھی اس نے یوسف سے ملاقات کے لئے سات محل اس طرح بنوائے کہ ایک محل دوسرے محل کے اندر بنتا چلا گیا اور ساتویں محل میں یوسف کو بلایا مگر حضرت یوسف جان چھڑا کر بھاگے۔ بھاگتے وقت زلیخا نے یوسف کا دامن پکڑ لیا جو دیر تک کھینچا تانی ہونے کی وجہ سے پھٹ گیا تھا۔

مچلی وہ صبا بوئے گلستاں لے کر

جھونکا اُڑا برگِ گُلِ خنداں لے کر

یا سوئے سبا حضرتِ بلقیس کے پاس

ہُد ہُد چلا نامۂ سلیماں لے کر

ہُد ہُد ایک مشہور پرندہ ہے جو حضرت سلیمان علیہ السّلام کا پیغام بلقیس شہزادی سبا

تک پہونچاتا تھا۔

یہ بھیگی ہوئی رات، یہ خاموش جہاں
رنگین ستاروں کے یہ چہرے تاباں
آکاش کی موجوں میں وہ بہتا ہوا چاند
یا نیل میں موسیٰ کا ہے تابوت رواں

حضرت موسیٰ کو آپ کی والدہ نے فرعون کے ڈر سے ایک صندوق
میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا تھا۔

غنچوں کی شگفتگی، یہ پھولوں کی مہک
یہ جھاڑیوں کے بیچ میں جگنو کی چمک
جس طرح کہ مابین بنی اسرائیل
دکھلاتے ہوں موسیٰ یدِ بیضا کی چمک

فرعون نبی کی شناخت کے لئے نوزائیدہ بچوں کی ہتھیلی پر آگ رکھوا تا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کی ہتھیلی پر بھی آگ رکھی گئی اور وہ جل گئی مگر ان کے آبلہ میں چمک پیدا ہو گئی اسی کو یدِ بیضا کہتے ہیں۔

یہ فصلِ بہاراں، یہ گلاب و لالہ
نغمہ میں بدل گیا ہے ہر اک نالہ
غنچہ کی چٹک کو مِلا اعجازِ نطق
یا بولتا ہے سامری کا گوسالہ

سامری ایک ساحر کا نام تھا جو سامرہ کا باشندہ تھا۔ اس نے سونے چاندی کا ایک گوسالہ تیار کیا تھا جو بولتا تھا۔ اس نے اس کو معجزہ قرار دیا تھا اور حضرت موسیٰ کی اُمّت کو گمراہ کرتا تھا۔

آکاش پہ ظلمت کی وہ موجیں لرزاں

بادل میں بنات النّعش وہ ہیں تاباں

تنویر میں ڈوبے ہوئے اصحابِ کہف

ہوں غار کی تاریکی میں جیسے خنداں

بنات النعش قطب شمالی کے قریب سات ستاروں کا نام ہے۔ ان میں سے تین بنات اور چار نعش کہلاتے ہیں اور اصحاب کہف ان سات مقدس لوگوں کو کہتے ہیں جو دقیانوس کے ظلم سے بچنے کے لئے ایک غار میں چھپ گئے تھے۔

سورج کی شعاعوں کا یہ پھیلا ہوا دام
ندی کی حسیں سطح پہ موجوں کا خرام

خاموش کناروں پہ یہ فرسودہ درخت
یا نیل کے ساحل پہ ہیں مصری اہرام

اہرام۔ مصر کے فراعین کی قبروں کو کہتے ہیں جو دریائے نیل کے کنارے تعمیر کی گئی تھیں ان کی تعداد ستّر ہے جو تقریباً ساٹھ میل کے دائرہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ انگریزی میں ان کو پرامڈ کہتے ہیں سب سے بڑے پرامڈ کا نام غازہ ہے جو ۴۸۰ فیٹ اونچا ہے۔

مُڑتی ہوئی ندّی کا یہ سیمیں دھارا
اک جھاگ میں دو غنچوں کا وہ نظّارا
یا ٹائبر کی ندی میں ہے محوِ خرام
ریماس و رموس کا حسیں گھوارا

ریماس اور رموس دو جڑواں بھائی تھے جن کو دشمنوں نے ایک گھوارہ میں لٹا کر دریائے ٹائبر میں چھوڑ دیا تھا مگر یہ گھوارہ ایک انجیر کے درخت کے نیچے آکر رُک گیا۔ یہاں ایک مادہ بھیڑیا ان کو دودھ پلا جاتی تھی۔ ایک روز ایک گڈریہ نے ان بچّوں کو دیکھا اور وہ ان کو اپنے گھر لے گیا۔ رموس کے نام پر شہر روم کی بنیاد پڑی۔

خورشید سحر چھیڑتا ہے گلشن کو
پکڑے ہو کرن پنکھڑی کے دامن کو

پہلو میں لیے اُڑے ہو جیسے پیرس
اسپارٹا کی شوخ و حسیں ہیلن کو

ایشیائے کوچک کے ساحل پر ٹرائے نام کا ایک شہر تھا اس کا شہزادہ پیرس ایک بار اسپارٹا کے بادشاہ سے ملاقات کرنے آیا اور اسکی خوبصورت بیوی ہیلن کو لے کر فرار ہو گیا۔ اسی بنا پر ٹرائے اور اسپارٹا میں دس سال تک جنگ ہوتی رہی۔ اسی جنگ کو ہومر نے ایلیڈ میں نظم کیا ہے۔

سُنبل کے لرز رہے ہیں دو تار سیاہ

اک پھول کا رس پیتے ہیں دو خار سیاہ

خوں چوس رہے ہیں کسی ایرانی کا

یا شانۂ ضحاک کے دو مار سیاہ

ضحاک دورِ آبادیاں کے ایک ظالم بادشاہ کا نام تھا۔ جس کے دونوں شانوں پر شیطان کے بوسہ دینے سے دو سانپ پیدا ہو گئے تھے۔

برگد کا وہ اک پیڑ، وہ پتّوں کا جال
وہ یوزنہ کے ہاتھوں میں اک جٹا کے بال
رودابہ کی زلفوں کا سہارا لے کر
زابل کے محل پہ جیسے چڑھتا ہو زال

زال رستم کے باپ کا نام تھا جس کے بال پیدائشی طور پر سفید تھے۔ وہ رودابہ پر عاشق تھا۔ ایک روز رودابہ نے اپنی زلفیں محل کے نیچے لٹکا دیں اور زال سے کہا ؎

بگیر ایں سر گیسو از یک سویم   زبہر تو باید ہمیں گیسویم
بداں پروراندم ایں مار را   کہ تا دستگیری کند یار را

زال ان زلفوں کا سہارا لے کر محل پر چڑھ گیا۔

وہ صحن میں بکھرے ہوئے اوراقِ چمن
وہ گُل پہ مچلتی ہوئی سورج کی کرن
اک غنچہ کے اندر وہ ہوا بھونرا بند
ہو چاہ میں جس طرح مقیّد بیزن

بیزن منیژہ دخترِ افراسیاب کا عاشق تھا۔ افراسیاب نے اس جرم میں اس کو ایک کنویں میں قید کر دیا تھا۔ جہاں سے اس کو بعد میں رستم نے چھڑایا تھا۔

یہ بہتی ہوئی ندی، یہ آئینۂ آب

یہ مہکے ہوئے پھول، یہ گلشن شاداب

دو شاخیں رگڑ کھاتی ہوئی وہ باہم

رُستم سے لپٹ گیا ہو جیسے سُہراب

رُستم کے بیٹے کا نام سُہراب تھا۔ رُستم اور سُہراب میں دست بدست جنگ ہوئی تھی جس میں سُہراب مارا گیا تھا۔

لَو دیتا ہوا چاند کا چہرہ روشن

بکھرا ہوا تاروں کا وہ ہر سو خرمن

اک شاخ پہ طاؤس کا جوڑا تھا مگن

اک حجلہ میں جس طرح ہما و بہمن

ہما ایران کے بادشاہ بہمن کی بیٹی کا نام تھا جو اس کے نکاح میں آئی تھی۔
داراب اسی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ بہمن اور ہما کے حالات "نامۂ خسرواں"
میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں اور ان کی تصویریں بھی صفحات ۱۵۲ اور ۱۶۰ پر
بنی ہیں۔ آتش پرستوں میں بیٹی سے شادی کرنا جائز تھا۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی
ہے کہ داراب نے مرتے وقت سکندر سے درخواست کی تھی کہ وہ اس کی بیٹی روشنک سے
شادی کر لے جس کو اس نے بہت ناز و نعمت سے اس لیے پالا تھا کہ جب وہ جوان ہو جائے
گی تو وہ اس سے شادی کرے گا۔ نظامی اس کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

ہماں روشنک را کہ دخت منست
بداں ناز کی است پخت منست

بہ ہم خوابی خود کنی سر بلند
کہ فرخ بود گوہر ارجمند

یہ نکھری ہوئی سحر، یہ نیلا آکاش
غنچوں کا کلیجہ یہ ہواؤں سے پاش
وہ روش پہ افتادہ گلِ خوں آلود
زانوئے سکندر پہ ہے دارا کی لاش

دارا اچیمینین خاندان کا آخری بادشاہ تھا جس کی بنیاد سائرس نے ڈالی تھی۔ دارا کو سکندر نے ۳۳۰ ق م میں شکست دی اور اس طرح اچیمینین خاندان کا خاتمہ کر دیا۔

وہ شفق سے کرتا ہوا خورشید کلام
یہ لرزشِ گُل شاخ پہ ہنگامِ شام
سقراط کے کانپتے ہوئے ہاتھ میں ہے
یا زہرِ ہلاہل کا چھلکتا ہوا جام

اہلِ یونان نے سقراط پر وہاں کے نوجوانوں کو بھڑکانے اور بُت پرستی کی تردید کا الزام رکھا تھا۔ اس سزا میں اس کو زہر کا پیالہ پینا پڑا تھا۔

یہ نکھری ہوئی دھوپ، یہ صبح خنداں
نکہت سے بھرا ہوا صبا کا داماں
اک برگِ سیہ پر قطرہ ہائے شبنم
ظلمات میں جس طرح ہو آبِ حیواں

جب سکندر مختلف ممالک فتح کرکے دنیا کے آخری حصہ میں پہونچا تو وہاں کے باشندوں نے اس کو بتایا کہ قریب ہی آبِ حیوان کا چشمہ ہے جو ایک پہاڑ کے پیچھے ظلمات میں واقع ہے۔ سکندر وہاں تک پہونچا مگر آبِ حیات پینے سے محروم رہا۔

گرد اُڑتی ہے تنویرِ سحر کے پیچھے
رقصاں ہے صبا موجِ شرر کے پیچھے
گنجشک کے پیچھے وہ روانہ ہوا باز
بہرام وہ دوڑا گورِ خر کے پیچھے

بہرام عہدِ ساسانی کے ایک بادشاہ کا نام تھا جو گورِ خر کے شکار کا بہت شائق تھا۔

یہ سنگِ سیہ لعلِ بدخشاں کے قریب
خاشاک کا یہ ڈھیر گلستاں کے قریب
یا جھونپڑی ہے زالِ مدائن کی سلام
نوشیرواں کے مرمریں ایواں کے قریب

مدائن نوشیرواں کا دارالسلطنت تھا۔ اس کے محل کے قریب ایک بڑھیا کی جھونپڑی بھی تھی۔ بڑھیا کے کھانا پکانے سے نوشیرواں کے محل کی دیواریں سیاہ ہو جاتی تھیں۔ تاہم نوشیرواں نے اس کی جھونپڑی کو اس کی جگہ سے نہیں ہٹایا۔

ندی کی یہ رفتار، یہ ساحل کا فسوں
اک گُل کو بہا رہی ہی موج شب گوں
شب رنگ پہ بیٹھا ہوا خسرو پرویز
جس طرح کرے عُبورِ رودِ جیحوں

خسرو پرویز کے گھوڑے کا نام شب رنگ تھا جس پر بیٹھکر اس نے تلاطم میں دریائے جیحوں کو پار کیا تھا۔

یہ بکھری ہوئی فضا، یہ گلزارِ حسیں

پتّوں پہ چڑے قطرۂ شبنم کے نگیں

وہ شاخ پہ گیندے کا چمکتا ہوا پھول

یا ہے یدِ خسرو میں ترنجِ زرّیں

خسرو پرویز کے ہاتھ میں ایک سونے کا نیبو رہتا تھا جو موم کی طرح ملائم تھا

اور دبانے سے دب جاتا تھا۔

وہ مستیِ مے چھائی ہوئی خاروں پہ
سُنبل کی لٹیں گُل کے وہ انگاروں پہ
بکھری ہوئی ہوں جس طرح ہنگامِ غُسل
شیریں کی سیہ کاکُلیں رُخساروں پر

شیریں خسرو پرویز کی ملکہ کا نام تھا جو ساسانی دور کا ایک بادشاہ گذرا ہے۔

بکھری وہ ہوا میں موج دریا کی صدا
گونجی ہوئی وہ باغ میں شیاما کی صدا
جس طرح کہ کر رہی ہو نغمہ ریزی
دربار میں خسرو کے نکیسا کی صدا

نکیسا خسرو پرویز کے ایک درباری مطرب کا نام ہے۔ اس کے دربار میں ایک اور بھی مطرب تھا جس کا نام باربد تھا۔ سلمان ساؤجی کے مندرجہ ذیل شعر میں ان دونوں مطربوں کا نام آگیا ہے۔

از پئے خسرو گل، بلبل شیریں گفتار نغمۂ باربد و صوت نکیسا آورد

مہکا ہوا یہ موسمِ گل میں گلشن
شبنم سے بھرا اک پنکھڑی کا دامن
یا زہر میں ڈوبے ہوئے خلعت کے سبب
ہے آبلوں سے پُر امراء القیس کا تن

امراء القیس ایّام جاہلیت کا ایک بہت بڑا شاعر گذرا ہے۔ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے شہنشاہ روم کے پاس گیا مگر یہاں بھی اس کے مخالفین نے قیصر روم کو بھڑکایا جس نے اس کو ایک زہر آلود خلعت پہننے کو دیا۔ اس خلعت کو پہنتے ہی اس کے سارے جسم پر آبلے پڑ گئے' اور وہ ۵۶۰ء میں فوت ہو گیا۔

گلزار میں وہ فصلِ بہاراں آئی
لینے لگی وہ شاخِ حسیں انگڑائی
بکھرانے لگا پھول نہالِ گلشن
خیرات کرے جس طرح حاتم طائی

حاتم بن عبداللہ بن سور قبیلۂ طے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اپنی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ اس کا انتقال ۶۰۵ء میں ہوا۔

وہ رات کی ظلمت ہوئی آمادۂ شر
گردوں پہ بکھر گئے وہ تاروں کے گہر
بربادئ ابرہہ کی خاطر جیسے
کعبہ میں ابابیلوں کا آئے لشکر

ابرہہ بادشاہ نجاشی کی جانب سے یمن کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ اس نے کعبہ کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے عبدالمطلب (دادا رسول مقبول) نے خدا کی بارگاہ میں دُعا مانگی۔ جدہ کی جانب سے ابابیل کی صورت کے سبز رنگ کے پرندوں کا گروہ ایک ایک کنکری اپنے منھ میں دبائے ہوئے نمودار ہوا۔ ہر کنکری پر ہلاک ہونے والے کا نام لکھا تھا۔ اس طرح ابرہہ کی ساری فوج تباہ ہو گئی۔

مصروفِ شفق ہو گئی خوں باری میں
کوئل وہ تڑپ اٹھی ہے پھلواری میں
یا بھائیوں کے ہجر سے ہو کر مجبور
مشغول ہے خنسا گریۂ وزاری میں

خنسا نجد کے قبیلۂ قیس کی شاخ تمیم کی مشہور شاعرہ کا لقب ہے۔ اس کے دو بھائی صخر اور معاویہ ایک جنگ میں مارے گئے وہ ان کی جدائی میں زندگی بھر روتی رہی اور مرثیہ کہتی رہی۔ اس کا انتقال سنہ ۲۴ھ میں ہوا۔

وہ پھول مہکتے ہوئے ندّی کے قریب
تاروں کے گھر چاند کی ہنسلی کے قریب
یا منہ میں دبائے ہوئے اک اک موتی
ہیں مچھلیاں ذوالنوّن کی کشتی کے قریب

ذوالنّون مصری پر کسی نے کشتی میں موتی چرانے کا الزام لگایا تھا۔ ان کی دعا سے سب مچھلیاں ایک ایک موتی منہ میں لیے ہوئے پانی سے باہر آئیں۔ ذوالنّون نے وہ موتی اکٹھا کر کے مالک کشتی کے سپرد کر دیئے۔

گلشن میں سجی ہوئی ہے وہ بزمِ طرب
اُڑتا ہے وہ جگنو تال پر وقتِ شب
یا اُبھر رہا ہے چاہ کی ظلمت سے
انگڑائیاں لیتا ہوا ماہِ نخشب

حکیم بن عطا المقنع نے نخشب میں ایک چاند اجزائے سیماب سے بنایا تھا
اس کی روشنی بارہ میل تک جاتی تھی۔ یہ چاند ایک کنوئیں سے نکلتا تھا اور
پھر اسی میں غروب ہو جاتا تھا۔ یہ سلسلہ دو ماہ تک جاری رہا۔

بیدار ہوا موسمِ گل کا نقّاش
پیدا ہوئی بلبل کے جگر میں وہ خراش
قمری ہے گرفتار قدِ سروِ سہی
یا رابعہ ہے اسیرِ عشقِ بکتاش

دورِ سامانیہ میں رابعہ ایک مشہور شاعرہ تھی جو رودکی کی ہم عصر تھی وہ اپنے غلام بکتاش سے محبت کرتی تھی۔ اسی بناء پر لوگوں نے اسکو قتل کر دیا تھا۔

وہ بلبلِ سرشار ہوا میں پرّاں

منقار میں اس کی برگ گل آویزاں

ہرنی کے حسیں بچے کو لٹکائے ہوئے

جس طرح سبکتگیں ہو صحرا میں رواں

۹۷۷ء میں سبکتگین نے غزنی پر قبضہ کرلیا۔ اور وہاں کا بادشاہ بن بیٹھا وہ نہایت رحمدل تھا اس نے ایک روز شکار کے وقت ہرنی کے بچے کو تسمہ سے لٹکایا اور غزنی کی طرف روانہ ہوا۔ ہرنی نے اس کو رحم آلود نظروں سے دیکھا۔ سبکتگین کو اس پر ترس آگیا۔ اس نے ہرنی کے بچے کو چھوڑ دیا۔

یہ رات کی بَل کھاتی ہوئی زلفِ دراز

یہ انجم و مہتاب کے بجتے ہوئے ساز

اک پھول کے نزدیک وہ سنبل کی بیل

محمودؔ کے پہلو میں ہو جس طرح ایاز

ایاز محمود غزنوی کے ایک غلام کا نام تھا جس سے وہ محبت کرتا تھا

بُلبل کو خزاں میں گُلِ خنداں کی یاد

چکوے کو گھٹا میں مہِ تاباں کی یاد

رہ رہ کے ستا رہی ہو تنہائی میں

محمود کو جس طرح گلستاں کی یاد

۵۔ محمود غزنوی کی ایک کنیز کا نام گلستاں تھا جس سے وہ محبت کرتا تھا اسکی وفات پر محمود نے مرثیہ کہا تھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

تا تو اے ماہ زیرِ خاک شدی — خاک را بر سپہرِ فضل آید

دل جزع کرد، گفتم اے دل صبر — ایں قضا از خدائے عدل آید

آدم از خاک بود، خاکی شد — ہر کہ زو زاد باز اصل آید

لرزاں وہ ہوائے تند سے بن سارا

اک اُڑتے ہوئے برگ کا وہ نظّارا

محمود کے ڈر سے مختلف شہروں میں

فردوسی پھرے جس طرح مارا مارا

فردوسی نے حسب خواہش انعام نہ ملنے پر محمود غزنوی کی ہجو لکھی اور اس کے بعد غزنی کو چھوڑ دیا۔ اس وقت اس کے پاس ایک چادر اور عصا کے سوا کچھ نہ تھا اور عتاب شاہی کی وجہ سے کوئی اسے پناہ نہ دیتا تھا۔ اس لیے وہ مختلف شہروں میں مارا مارا پھرتا تھا۔

یہ خنک خنک ہوا، یہ ہنگامِ سحر
وہ ٹوٹ کے پتّہ پہ گرا اک گُلِ تر
رکھا ہوا ہو انجمنِ عشرت میں
جس طرح کسی طشت میں حسنک کا سَر

محمود کی وفات کے بعد مسعود ۱۰۳۱ء میں غزنی کا بادشاہ ہوا۔ خواجہ حسن میمندی اس کا وزیر تھا۔ اس نے سابق وزیر حسنک پر کفر کا الزام لگایا اور اس کو قتل کرا دیا اور اس کا سر ایک دعوت میں ایک طشت میں رکھا گیا۔

یہ مہکی ہوئی فضائیں، یہ فصلِ بہار

یہ روش پہ کھلتے ہوئے پھولوں کی قطار

صیّاد کے پنجہ میں وہ معصوم پرند

منگول کی ہوں قید میں جیسے عطّار

خواجہ فریدالدین عطار منگول عہد کے ایک شاعر تھے جن کو ایک منگول نے گرفتار کر کے قتل کر دیا تھا۔

یہ محوِ سخن کرنوں سے ننھّے ذرّات

قمری یہ حسیں سرو سے کرتی ہوئی بات

یہ گُل کی ستائش میں ہے بُلبل مصروف

یا کرتے ہیں حافظ مدحِ شاخِ نبات

حافظ شیرازی کی محبوبہ کا نام شاخ نبات تھا۔

آکاش پہ بادل کی وہ مدھم رفتار

اُڑتی ہوئی اک فاختۂ وفا شعار

میدان میں جیسے جان آف آرک بڑھے

تن پہ زرہ بکتر، اُجلے گھوڑے پہ سوار

جان آف آرک فرانس کے ایک گاؤں ڈومریمی کی رہنے والی تھی ۱۴۲۹ء میں جب انگریزی فوج نے آرلینس کا محاصرہ کیا۔ اس وقت اس نے اپنی فوجی خدمت کو پیش کیا۔ جب وہ سفید زرہ بکتر پہن کر سفید گھوڑے پر سوار ہو کر چلی تو فرانسیسی فوج میں جوش و خروش کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ آخر میں یہ لڑکی گرفتار ہو گئی۔ اور ۱۴۳۱ء میں ساحرہ ہونے کے جرم میں اس کو زندہ جلا دیا گیا۔

یہ شام کی زُلفیں، یہ دُھندلکوں کا جال

وہ اُفق پہ اُبھرا ہوا کاہیدہ ہلال

یاد دلا رہا ہے انگلش چینل میں

اسپین کے جنگی آرمیڈا کا جمال

۱۵۸۸ء میں فلپ شاہ اسپین نے ایک جہازی بیڑا انگریزوں سے جنگ کرنے کے لئے بنایا اور اس کا نام (INVINCIBLE ARMEDE) رکھا۔ جولائی ۱۵۸۸ء میں یہ بیڑا انگلش چینل میں اُتار اگیا۔ جب وہ آگے بڑھ رہا تھا تو ہلال کی شکل کا معلوم ہوتا تھا۔

گلزار میں وہ سنک اُٹھی بادِ خزاں
وہ بکھر گئیں گل کی حسین پنکھڑیاں
تقسیم ہوں جیسے مختلف مُلکوں میں
اعضائے تن ازبک شیبانی خاں

دسمبر سنہ ۱۵۱۰ء میں طاہر آباد کی جنگ میں جب شیبانی خاں مارا گیا تو اسکے جسم کے مختلف اعضاء کو خاندان صفوی کے بادشاہ شاہ اسمٰعیل نے مختلف ملکوں میں تقسیم کیا۔ چنانچہ سر میں بھوسہ بھر کر سلطان بایزید کو قسطنطنیہ میں بھیجا۔ ایک ہاتھ آقا رستم روز افزوں کو مازندان میں بھیجا اور کھوپڑی کی ہڈیوں کو سونے میں منڈھا کر اپنے لئے شراب کا پیالہ بنایا۔

شفّاف گہر صدف کے پردے میں قید
تابندہ کرن خاک کے ذرّے میں قید
جس طرح ہو مایوس و شکستہ خاطر
نیپولین ایلبا کے جزیرے میں قید

سنہ ۱۸۱۲ء میں روس۔ آسٹریا اور پرشیا کی متحدہ فوجوں نے نیپولین کو لیپزگ کی جنگ میں شکست دی۔ وہ گرفتار ہو گیا اور جزیرۂ ایلبا میں قید کر دیا گیا۔

کرنے لگا وہ چاند گلستاں سے کھیل

وہ چرم کے ٹکڑوں پہ پڑی چشمِ سُہیل

یا زخمیوں کی کرتی ہے مَرہم پٹّی

میدانِ کریمیا میں نائٹ انگیل

۱۸۵۴ء اور ۱۸۵۶ء کے مابین کریمیا کی جنگ ہوئی تھی جس میں روس ایک طرف تھا اور دوسری طرف فرانس اور انگلینڈ کی متحدہ افواج تھیں۔ اتحادی فوجوں کے پاس کپڑا اور کھانے کا سامان نہ تھا سیکڑوں سپاہی بیمار پڑ گئے تھے جن کے علاج کا انتظام نہ تھا۔ ایسے موقع پر لارڈ پامرسٹن نے مِس فلورنس نائٹ انگیل کو اسپتالوں کے انتظام کے لئے کریمیا میں بھیجا۔ جنھوں نے زخمیوں کی بہت خدمت کی۔

بکھرائے ہوئے زُلف وہ شب کی رانی
گُلزار پہ شبنم کی وہ آب افشانی
یا فاطمہ میدان طرابلس کے بیچ
فوجوں کو پلا رہی ہے ٹھنڈا پانی

جنگ طرابلس ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۱ء کے درمیان ہوئی تھی۔ اس جنگ میں اطالیہ نے ترکی سے طرابلس چھین لیا تھا۔ اس جنگ کے موقع پر ایک عرب لڑکی فاطمہ بنت عبداللہ نے غازیوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی۔ اور پانی پلاتے ہوئے وہ شہید بھی ہوگئی اس واقعہ کو ڈاکٹر اقبال نے "فاطمہ بنت عبداللہ" کے عنوان سے نظم کیا ہے جو بانگ درا میں شامل ہے۔